سوال

(240)حدیث بتیراء

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

حدیث بتیراء

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علىٰ رسول اللہ، أما بعد!

ایک اہل حدیث دوست کی عنایت سے کبھی کبھار '' الہدی،، دیکھنے کومل جاتاہے،اس کی اشاعت مورخہ یکم اکتوبر1952 ءمیں ایک رکعت وتر کی بابت مولوی اعظم گڑھی کاایک مفصل فتوی نظر سے گزرا، یہ مولوی صاحب افتاء کے اہل ہیں یا نہیں ؟اس کو تو وہ خود ہی خوب جانتے ہوں گے!ہم نے توان کا یہ فتوی پڑھ کر یہ رائے قائم کی ہے کہ انہوں نےاپنے اس تنقیدی فتوی کے ذریعہ اہل حدیث جماعت کی کوئی اچھی نمائندگی نہیں کی ہے ۔

ادارہ '' الہدی،، نے اگراس تحریر کوبجائے فتوی کے ایک مضمون کی حیثیت سے شائع کیا ہوتا ، توچنداں مضائقہ نہیں ہوتاکہ مضمون نگار ہر قسم کے ہوتے ہیں ،اور رسالہ اخبار کی پوزیشن اوراغراض ومقاصد سے بسا اوقات بے نیاز ہوکر، کیاکچھ نہیں لکھ ڈالتے حتی کہ اگرادارہ ان پراعتماد کرکے ان کا ہر مضمون شائع کردیا کرے ، توانتخاب کے بعد بھی پورا مضمون جوں کوتوں کردیا کرے ، توپھر اس رسالہ یااخبار کی خیر نہیں ۔

سطور ذیل میں مولوی صاحب موصوف کے اس فتوی پر سرسری نظرڈالنی مقصود ہے ، اورامید ہے وہ آئندہ اخذ ونقل اور تنقید وکلام میں احتیاط سے کام لیں گے ۔

مولوی صاحب موصوف نے سوال اس ڈھنگ سے بنایا ہے کہ اس سے صاف طورپریہ معلوم ہوتاہے کہ حنفیہ جوتین رکعت سے کم وترکے قائل نہیں ہیں ،اپنے مذہب پرصرف یہی ایک دلیل (حدیث بتیراء) رکھتے ہیں اورفقط اسی ایک حدیث پران کے اعتماد ہے ۔

حالانکہ یہ بالکل غلط ہے ، یہ حدیث تومن جملہ ان کی متعدد دلائل کے ایک دلیل ہے ۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اس کو محض تائیداًپیش کرتے ہیں ،اوران کااعتماد دراصل دلائل قویہ پرہے ، جیساکہ بدائع ، شرح معانی الآثار، شروح ہدایہ وغیرہ سے ظاہر ہے ۔

مولوی صاحب نے ''بتیراء،، کے دوجواب دیے ہیں ۔

پہلاالزامی ، دوسرا تحقیقی ۔

الزامی جواب میں انہوں نے حدیث بتیرا حدیث بتیرا سے جو ضعیف ہے ایک رکعت وتر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، تو حدیث ابوہریرہ سے جو صحیح ہے مشابہ مغرب تین رکعت وتر کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ پس احناف کو چاہے کہ جیسے ایک رکعت وتر نہیں پڑھتے، تین رکعت بھی مشابہ مغرب کے وتر نہ پڑھیں۔ مطلب آپ کے اس لکھنے کا یہ ہوا کہ اہل حدیث نے ایک ضعیف حدیث (حدیث بتیراء) کا خلاف کیا ہے، تو کیا ہوا! حنفیہ نے تو صحیح حدیث (حدیث ابوہریرہ مذکور) کا خلاف کیا ہے۔

ادباً گزارش ہے کہ حضرت ابوہریرہ کی یہ حدیث مشترک الالزام ہے۔ اگر بظاہر ہمارے حنفیہ کے خلاف ہے تو اہل حدیث کے بھی خلاف ہے، کیونکہ علماء اہل حدیث تین رکعت وتر کو صرف جائز ہی نہیں بلکہ افضل کہتے ہیں، اگرچہ عوام اہل حدیث کا عمل ایک رکعت پر زیادہ ہے، اس لحاظ سے اہل حدیث پر ڈبل الزام عائد ہوتا ہے یعنی: یہ کہ انہوں نے دو حدیث (حدیث بتیراء، حدیث ابوہریرہ) کی مخالفت کی ہے، رہ گیا مغرب کی مشابہت کا معاملہ تو اس کا جواب آگے آرہا ہے۔

اس امر پر فریقین کا اتفاق ہے کہ آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے تین رکعت وتر قولاً و عملاً ثابت ہے، اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث مذکور میں تین رکعت وتر سے منع کیا گیا ہے، اس لیے ہر دو فریق اہل حدیث و حنفیہ ان احادیث کی توجیہ ان ان کے درمیان تطبیق دینے پر مجبور ہیں اور چوں کہ تطبیق کی کوئی خاص نوعیت اور جہت متعین و منصوص نہیں ہے۔ اس لیے ہر صاحب نظر و فکر احادیث متعارضہ کے الفاظ و نیز دیگر احادیث متلقہ کو سامنے رکھتے ہوئے تطبیق دینے کا مجاز ہے۔ ظاہر ہے ایسی صورت میں توفیق و تطبیق میں تعداد اور تنوع واختلاف غیر مستبعد بلکہ گزیر ہے۔ چنانچہ یہاں تطبیق کی حسب ذیل صورتیں نکالی گئی ہیں:

(1) منع والی حدیث (حدیث ابوہریرہ) کا مورد وہ تین رکعت ہے جو دو قعدہ اور

اور ایک سلام کے ساتھ ادا کی جائے، کیونکہ اس صورت میں وتر، مغرب کی نماز کے مشابہ ہو جائے گی۔ اور جواز والی حدیثیں محمول ہیں اس صورت پر کہ جس میں وتر کی تین رکعت ایک قعدہ اور ایک سلام کے ساتھ ادا کی جائے، حافظ ابن حجر شافعی نے اسی طرح تطبیق دی ہے، اور امیر یمانی نے شرح بلوغ المرام میں اس کی تحسین کی ہے، اور علامہ نیموی کے جواب میں صاحب تحفۃ الاحوزی نے اس توجیہ کی تائید و تقویت کی ہے۔

(2) تین رکعت وتر بہر حال دو قعدہ ایک سلام کے ساتھ ہونی چاہیے، منع کا تعلق اس صورت کے ساتھ ہے جب کہ صرف وتر پر اکتفاء کیا جائے یعنی: اس سے پہلے سنت یا نفل نہ پڑھی جائے، کیونکہ اس صورت میں وتر، مغرب کی فرض نماز کے مشابہ ہو جائے گی اس لیے کہ فرض مغرب سے پہلے سنت پڑھنا مندوب و مسنون نہیں ہے، اور نہ نہ اس پر امت کا تعامل ہے گو مباح اور جائز ہے کما صرح بہ الشیخ ابن الہمام فی فتح القدیر اور جواز والی احادیث

کا محمل وہ صورت ہے جب کہ وتر سے پہلے دو رکعت سنت یا نفل ادا کر لی جائے۔ یہ وجہ تطبیق ہمارے فقہاء حنفیہ، امام طحاوی وغیرہ نے اختیار فرمائی ہے۔

(3) نہی محمول ہے کراہت پر، اور ثبوت والی احادیث محمول ہیں بیان جواز پر۔

پس احوط یہ ہے کہ تین رکعت پڑھی ہی نہ جائے نہ دو قعدہ اور ایک سلام کے ساتھ، اور نہ ایک قعدہ و ایک سلام کے ساتھ، کیوں کہ: ایک تشہد کے ساتھ ادا کرنے میں بھی مغرب کی فرض کے ساتھ فی الجملہ مشابہت موجود رہتی ہے۔ یہ توجیہ شوکانی نے ختیار کی ہے۔

(4) جواز کا تعلق دو سلام والی صورت کے ساتھ ہے اور نہی کا تعلق ایک سلام

والی صورت کے ساتھ، خواہ دو قعدہ کے ساتھ ہو یا ایک قعدہ کے ساتھ، یہ طریق مختار ہے محمد نصر مروزی، یہ کہتے ہیں کہ: ایک سلام کے ساتھ تین رکعت وتر آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

ہمارے نزدیک تیسری اور چوتھی تطبیق کی طرح پہلی وجہ تطبیق بھی مخدوش ہے۔ اس لیے کہ حدیث ابوہریرہ دو لفظوں کے ساتھ مروی ہے:

1۔ ''لاتوتروابثلاث تشبھوابالمغرب، ولکن أوتروابخمس أوبسبع أوتسع أوباحدی عشررکعۃ، اوأکثرمن ذلک،، (بیہقی 31/3،کتاب الوترللمروزی ص : 125، طحاوی 1/192 ،مسندرک للحاکم 1/304).

-1 ,,لاتوتروابثلاث، أوتروابخمس أوسبع، ولاتشبھوابصلاۃالمغرب،، (دارقطنی 26-2/25)

پہلی روایت کامطلب یہ ہے کہ تین رکعت وترنہ پڑھواگرتین رکعت پڑھوگے تواس کومغرب کی نماز کے مشابہ کردوگے، پانچ رکعت وترپڑھو، یاسات رکعت، یانورکعت، یاگیارہ، یا اس سے بھی زیادہ، معلوم ہواکہ نہی کامحط اورمنع کامورد تشبیہ بمغرب نہیں ہے، بل کہ تین کاعددہےاوراس کاتشبہ بمغرب لازم ہےجب بھی تین رکعت پڑھی جائےاورجس ہَیت کے ساتھ بھی پڑھی جائےگی مشابہت بمغرب محقق ہوجائےگی۔اس مشابہت کےرفع کاطریقہ خوداسی حدیث کےآگےجملہ میں مذکورہے، ارشادہے: ''ولکن أوتروابخمس،،الخ معلوم ہواکہ وترتین رکعت کےبجائےپانچ یاسات یانویاگیارہ اداکرناچاہیےاس طرح پرکہ تین رکعت (وتر) سےپہلےدوچاریاچھ یاآٹھ رکعت نفل اداکرلی جائے، ظاہرہےکہ حافظ کی ذکرکردہ وجہ تطبیق سےدونوں حدیثوں (حدیث منع، وحدیث جواز) کااختلاف دورنہیں ہواکیوں کہ حضرت ابوہریرہ کی اس روایت میں مطلقاتین رکعت وترسےمنع کردیاگیا ہےاورتین رکعت پڑھنےپرمغرب کی مشابہ ہونےکاحکم لگایاگیاہے، اورتین کےبجائےپانچ، سات، نوگیارہ، پڑھنےکاحکم دیاگیاہے۔

ایسامعلوم ہوتاہےکہ حافظ کی نظرسےروایت کےیہ الفاظ گزرےنہیں یاگرزےتولیکن انہوں نےقابل التفات نہیں سمجھا۔

دوسری روایت میں مستقل طورپردوچیزوں سےمنع کیاگیاہے:

1۔ اِیتاربالثلث اورتشبیہ بصلاۃالمغرب اب اگرتین رکعت پڑھناہی تشبیہ بمغرب ہے، تووہی سابق اشکال یہاں بھی بعینہ پیداہوجائےگااوراگرتشبیہ سےمقصودکسی خاص ثبت سےاداکرناہے، تواس خاص صفت اورہیئت کی تعین پرکوئی قرینہ ہوناچاہیے، جواس امرپردلالت کرےکہ اگراس مخصوص صفت کےساتھ تین رکعت اداکی جائےتومغرب کےساتھ مشابہت ہوجائےگی، اوراگراس ہَیت کےعلاوہ دوسری ہَیت پراداکی جائےتومشابہت نہیں ہوگی، اورمعلوم ہےکہ حافظ کی ذکرکردہ ہیئت (ایک قعدہ اورایک سلام والی تین رکعت) پراس قسم کاکوئی قرینہ موجودنہیں ہے، علاوہ بریں اس تطبیق کےروسے ''لاتشبھوا،، پرتوبظاہرعمل ہوجاتاہےلیکن دوسرےجملہ کا ''لاتوتروابثلاث،، پرعمل نہیں ہوتایعنی: اس نہی کی حافظ نےکوئی توجیہ بیان نہیں کی۔ ف فیہ إعمال کلمۃ واہمال کلمۃ أخری، ونیزیہ توجیہ جملہ ''اوتروابخمس،،الخ سےبھی صرف نظرکرلینےپردلالت کرتی ہے، اونیزیہ تطبیق اس صحیح حدیث کےخلاف ہےجس کوابن حزم نےالمحلی 3 47، نسائی 3 235، طحاوی 1 280-285، حاکم 1 304، بیہقی 3 31، دارقطنی 2 33 محمدبن نصر اللیل ص: 122 نےحضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسےبایں لفظ روایت کیاہے: ''کان لایسلم فی رکعتی الوتر، وفی روایۃ: لایسلم فی الرکعتین الأولیین من الوتر،، وفی روایۃ: کان یوتربثلاث لایسلم الافی آخرہن،، اس حدیث میں وترکی دوسری رکعت پرصرف سلام کی نفی کرنااس امرکی دلیل ہےکہ آنحضرت ﷺ وترکی دوسری رکعت کےبعدقعدہ تشہد کیاکرتےتھے، کیونکہ اگرسلام اورقعدہ تشہددونوں کی نفی مقصودہوتی تولایقعدیالایتشہدکہناکافی تھا۔اس لیےکہ قعدہ تشہدفی الصلوۃکی نفی سلام، تحلیل صلوۃکی نفی کومستلزم ہے، اورسلام کی نفی قعدہ تشہدکی نفی کومستلزم نہیں ہےکمالایخفی، اسی لیے بیہقی شافعی نےاس حدیث پریہ باب منعقدکیاہے: ''باب من اوتربثلاث موصولات بتشھدین وتسلیم،، (السنن الکبري 3/31) اورابن حزم نےمحلی 3 47 میں وترکی ان تمام صورتوں کوجوآنحضرت ﷺ سےثابت ہیں بالتفصیل بیان کرتےہوئےبارہویں صورت اس طرح تحریرکی ہے: ''والثانی عشر: ان ایصلی ثلاث رکعات، یجلس فی الثانیۃ، ثم یقوم دون التسلیم، ویأتی بالثالثۃ، ثم یجلس، ویتشھدکصلاۃالمغرب، وھواختیارأبی حنیفۃ،، انتھی، پھراپنی سندسےحضرت عائشہ رضی اللہ عنہاکی حدیث مذکوربایں لفظ روایت کی ہے: ''إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لایسلم فی رکعتی الوتر،، (محلی 47/3)

معلوم ہواکہ بیہقی شافعی اورابن حزم ظاہری نےبھی اس روایت سےیہی سمجھاہےکہ آنحضرت ﷺ تین رکعت وتردوتشہداورایک سلام کےساتھ ادافرماتےتھے، پس حافظ کی تطبیق (ایک قعدہ اورایک سلام) بلاشبہ اس صحیح حدیث کےخلاف ہے۔اوراگران تمام امورسےقطع نظرکرکےغورکیاجائےتویہ وجہ تطبیق ہمارےلیےمضربھی نہیں، کیونکہ اس کاحاصل اسی قدرتوہےکہ دونوں نمازوں (وتراورمغرب) میں سےایک نمازمیں ایک عمل کی زیادت اوردوسری نمازمیں اس کی کمی سےمشابہت بمغرب مرتفع ہوجائےگی ۔اورظارہےکہ دوقعدہ اورایک سلام کےساتھ تین رکعت وترمیں دعاءقنوت کی زیادت سےنمازوترمغرب کی مشابہ باقی نہیں رہتی، اورشوکانی کی ذکرکردہ تطبیق اس لیے صحیح نہیں کہ آنحضرت ﷺ سےاورصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سےاکثرتین رکعت وترپڑھنامروی ہے، پس اس کومکروہ کہناصحیح نہیں۔اکثریت دلیل ہےاس کی افضلیت واولیت کی، بیا

ن جواز کےلیے کبھی کبھار کرلینا کافی ہے ۔

اور محمد بن نصر مروزی کی توجیہ اس لیے صحیح نہیں ہے کہ فصل بالسلام کی وجہ سے تیسری رکعت نئی تحریمہ سے شروع ہوئی تو اصل وہی رکعت وتر ہوئی اور پہلی دو رکعتیں دو رکعتیں اس سے الگ رہیں ، پھر تین رکعت وتر نہیں ہوئی بلکہ صرف ایک رکعت ہوئی ۔ اور آں حضرت ﷺ سے بقول ابن الصلاح کے وتر ایک رکعت فرد ثابت ہی نہیں ۔ نیز بتیراء سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے ، لہذا صحیح توجیہ و تطبیق وہی ہے جو ہمارے علماء حنفیہ نے اختیار کی ہے امام طحاوی شرح معانی الآثار 1 185 میں فرماتے ہیں : ''کرہ إفراد الوتر حتی یکون معہ شفع ،، انتہی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول : ''کان الوتر سبعا اور خمسا ، والثلاث بتیراء ،، روایت کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

''فکرہت أن یجعل الوتر ثلاثا ، لم یتقدمن شیئ حتی یکون قبلہن غیرہن ،، انتہی ، مقصود یہ ہے کہ آپ نے وتر سے پہلے نفل پڑھ لینے پر ابھارا ہے ۔ اگر یہ نفل دو رکعت ہو تو مجموعہ پانچ ہو گا اور اگر چار رکعت ہو تو مجموعہ سات ہو گا ۔ وہکذا –

پس حدیث ابوہریرہ میں وتر سے صرف وتر اصطلاحی مراد نہیں ہے بلکہ معنی اعم مراد ہے جو صلوۃ اللیل اور وتر مصطلح دونوں کو شامل ہے ۔ ابوداؤد 1 127، اور طحاوی 1 185 ''عن عبداللہ بن قیس قال : قلت لعائشۃ بکم کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوتر؟ قالت : یوتر باربع وثلاث ، وست وثلاث ، وثمان وثلاث ، وعشر وثلاث الخ ،، تفصیل جامع الترمذی '' باب الوتر بسبع ،، 2 319 ملاحظہ ہو۔

حنفیہ کے اس قول کی کہ حدیث ابوہریرہ میں تین رکعت وتر سے پہلے شفع پڑھنے کی تاکید مقصود ہے ،تائید و تقویت آثار ذیل سے بھی ہوتی ہے :

(1) عن ابن عباس : الوتر سبع او خمس ولا نحب ثلاثا بترا ،، وفی روایۃ : ''إنی لأکرہ أن یکون ثلاثا بترا ، ولکن سبع أو خمس ،، (شرح معانی الآثار 1/286)-

(2) ''وعن عائشۃ : ''الوتر سبع أو خمس ، وإنی لأکرہ أن یکون ثلاثا بترا ،، . وفی لفظ : ''أدنی الوتر خمس ،، .

یہ آثار صاف طور سے دلالت کرتے ہیں کہ اس امر پر کہ حضرت عائشہ ، وابن عباس کے نزدیک وتر تین رکعت ہے ، لیکن صرف تین رکعت پر اکتفا کرنا یعنی : اس سے پہلے نفل نہ پڑھنا مکروہ ہے ۔ جیسے کوئی یہ کہے کہ میں فجر کی نماز صرف دو رکعت اچھا نہیں سمجھتا ہوں ۔ ظاہر ہے کہ اس کا مطلب بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ فجر کی سنت کے بغیر صرف دو رکعت فرض پر اکتفا کرنے کو مکروہ سمجھتا ہوں ۔

ہماری اس تفصیل سے صاحب تحفۃ الاحوزی کے اس الزام و اعتراض کا جواب بھی ظاہر ہو گیا جو انہوں نے علامہ شوکانی نیموی مرحوم کی تردید میں بایں الفاظ ذکر کیا ہے : ''یلزم منہ (ای مما ذکرہ علماء نا لحنفیۃ من وجہ الجمع بین الحدیثین) أن یکون التطوع قبل الإیثار بثلاث واجبا وولازم باطل ، فالملزوم مثلہ ،، انتہی -اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہماری توجیہ کی رو سے تین رکعت وتر سے پہلے ترک تطوع مکروہ ہے حرام نہیں ہے ، جیساکہ امام طحاوی کے قول : کرہ افراد الوتر سے ظاہر ہے ، ہاں اہل حدیث کو چاہیے کہ ایک رکعت وتر نہ پڑھیں کیونکہ حدیث ابوہریرہ میں وتر پانچ یا سات یا نو یا گیارہ پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اور ایک رکعت وتر لاشیٔ سمجھ کر چھوڑ دی گئی ۔

مولوی .... صاحب نے حدیث بتیراء کا تحقیق جواب کئی طرح دیا ہے :

(1) پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث آخر میں بتیراء کی تفسیر سے متعلق الفاظ (أن یصلی الرجل واحدا یوتر بہا) کا مرفوع ہونا یقینی نہیں ۔ احتمال ہے کہ یہ تفسیر

کسی راوی نے کی ہو اور راوی کا فہم حجت نہیں ۔ پھر مولوی صاحب نے اپنی تائید کےلیے ''درایہ ،، 1 192 سے ایک عبارت نقل کی ہے لیکن حقیقت اور واقعہ یہ ہے کہ وہ عبارت مولوی صاحب کی تائید کی بجائے ان کے جواب بالا کی تغلیط و تردید کرتی ہے حافظ ابن حجر لکھتے ہیں : ''وتعقب بأن فی حدیث أبی سعید نفسہ ، أن یصلی الرجل واحدۃ یوتر بہا ، وہذا مرفوع ، أو من تفسیر الراوی ، وہو أعلم روی ،، انتہی.

مولوي صاحب نے حافظ کے اس کلام کو سمجھا ہی نہیں ورنہ اس کواپنی تائید میں ہرگزنہ ذکرکرتے ۔ مولوی صاحب نے کتب اصول حدیث میں مدرج کی بحث پڑھی ہوگی جس میں یہ مرقوم ہے کہ : ''ویدرک ذلک (أی الإدراج) بورودہ منفصلافی روایۃأخری ، أوبالتنصیص علی ذلک من الراوی ، أوبعض الأئمۃ المطلعین ، أو باستحالۃ کونہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ذلک ،، (تدریب الراوي 267/1) ، ''ولایسوغ الحکم بالإدراج إلا إذا وجد مایدل علیہ ،، الخ (توجیہ النظر ص : 172) اور ادراج سے متعلق حافظ کا یہ کلام بھی نظر سے گزرا ہوگا ۔ ''إن الاصل عدم الإدراج ، حتی یثبت التفصیل فما مضموضا إلی الحدیث فھومنہ ،، (فتح الباری)

مولوی صاحب بتلائیں یہاں اس تفسیر کے مدرج ہونے پر کون سی دلیل ہے ؟ اورجب کوئی ادراج کی نہیں ہے تواس کے مرفوع ہونے میں شک کرنا کیوں کردرست ہوسکتا ہے ؟ اوراگر بالفرض یہ تفسیر کسی صحابی یانیچے کے کسی راوی کوہوتوپھر بھی یہ بہرحال معتبر ہوگی ۔ لأن الراوی أعلم بماروی کماقال الحافظ ، ولأن تفسیر راوی الحدیث ، مقدم علی تفسیر غیرہ کما قال الزیلعی ، یہاں فہم راوی کی حجیت وعدم حجیت کی بحث بے محل ہے ، راوی کے فہم کا حجت نہ ہونا اورچیز ہے اوراس کی اپنی روایت کردہ حدیث کی تفسیر وترجمانی کا مقدم ومعتبر ہونا شئ دیگر ہے ۔

مولوی صاحب نے حدیث بتیرا کادوسرا جواب یہ دیا ہے : ''حضرت ابن عمر نے بتیراء کی یہ تفسیر کی ہے کہ دوسری رکعت ناقص رکوع وسجود کے ساتھ اداکی جائے ۔ اس تفسیر کی بناء پرحدیث بتیراء سے ایک رکعت وتر پڑھنے کی ممانعت نہیں ثابت ہوتی ،، ۔

مولوی صاحب سنئے !اسی جواب پرحافظ نے تعقب مذکوربالاواردکیا ہے دوبارہ پڑھیے : ''وتعقب ، بأن فی حدیث ابی سعید نفسہ ،ان یصلی الرجل ، واحدۃ یوتربہا ، وہذا مرفوع ، أومن تفسرالراوی ، وہوأعلم بماروی ،، اورحافظ زیلعی نصب الرایہ (2/120 ، 172) میں ابن عمر رضی اللہ عنما سے مروی تفسیر بتیراء والی حدیث کے بعد لکھتے ہیں : ''وہذا إن صح عن ابن عمرففی حدیث النہی مایردہ ، وتفسیرہ راوی الحدیث مقدم علی تفسیرہ غیرہ ، بل ظاہر اللفظ انہ من کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم ،، انتہی .

(3)تیسراجواب مولوی صاحب موصوف نے یہ دیا ہے کہ حدیث بتیراء ضعیف ہےاس کی سند میں عثمان بن محمد بن ربیعہ واقع ہیں اوروہ ضعیف ہیں ۔ عبدالحق اشبیلی نے ''الاحکام ،، میں اورابن القطان نے ''الوہم والایہما ،، میں لکھا ہے : ''الغالب علی حدیث عثمان بن محمد الوہم ،، .

علامہ ابن الرکمانی اس کا یہ جواب دیتے ہیں : ''ہذاالکلام خفیف ، وقدأخرج لہ الحاکم فیاالمستدرک ،، (الجوہرالنقی مع السنن الکبری 73/2) علاوہ بریں یہ معلوم ہے کہ ابن القطان الفاسی متعنت ومتشددہیں ، ذہبی لکھتے ہیں : ''طالعت کتابہ المسمی بالوہم والإیہام ، الذی علی الأحکام الکبری لعبدالحق ، یدل علی حفظہ وقوۃ فہمہ ، لکنہ تعنت فی احوال رجال فما انصف ، بحیث أنہ أخذیلین ہشام بن عروۃ ونحوہ ،، انتہی (تذکرۃ الحافظ 4/1407) بہرکیف عثمان بن محمدایسے راوی ہیں کہ ان کی روایت قابل احتجاج ولائق استنادنہ ہو۔

تنبیہات

(1) مولوی صاحب موصوف نے لکھا ہے کہ حدیث بتیراء بالاتفاق ضعیف ومرسل ہے اس پرعرض ہے کہ اس حدیث کے دوطریق ہیں :

1۔ ابن عبدالبر کا ''تمہید ،، میں روایت کردہ طریق ۔

2۔ محمد بن کعب قرظی کاطریق ، جس کونووی نے ''خلاصۃ ،، میں بغیرکسی مخرج کی طرف منسوب کئے ہوئے ذکرکیا ہے ۔

پہلاطریق مرسل نہیں ، بلکہ موصول ہے اوراس کی صرف عقیلی ، ابن القطان ، عبدالحق ، حافظ ابن حجر نے تضعیف کی ہے ۔ اس تضعیف کی وجہ مع جواب کے گزرچکی ہے ، پس اس حدیث کوبالاتفاق ضعیف ومرسل کہنا غلط ومردود ہے

البتہ دوسرا طریق مرسل ہے اوراسی طریق کونووی ، اورعراقی نے ''مرسل ضعیف ،، کہا ہے اورابن حزم نے ''غیر صحیح ،، لکھا ہے ۔ لیکن یہ معلوم ہے کہ حدیث مرسل جمہور اصولیین وائمہ کے نزدیک حجت ہے لاسیما إذااعتضد بالموصول – بہرحال حدیث بتیراء کومطلقاضعیف ، مرسل کہنا غلط اورباطل ہے ۔

(2) مولوی صاحب لکھتے ہیں ''احکام الاحکام شرع عمدۃ الاحکام،، میں ہے : ''ذہبت الہادویۃ، وبعض الحنفیۃ إلی أنہ لایجوز الإیتار برکعۃ،، الخ

افسوس ہے کہ آپ ''احکام،، اوراس کی تعلیق میں فرق وامتیاز نہ کرسکے، عبارت منقولہ احکام الاحکام کی نہیں ہے بلکہ حاشیہ کی ہے جس کا منصف نہ جانے کون ہے؟ اوراس نے یہ عبارت نیل الاوطار سے 2 278 سے لی ہے۔ کاش آپ نے ''نیل الاوطار،، ملاحظہ کرلیا ہوتا۔

(3) مولوی صاحب نے بذل المجہود کی عبارت ادھوری نقل کی ہے، پوری عبارت درج ذیل ہے اوراس میں آپ کی تردید بھی موجود ہے : 'قال القاری : وقد ورد النہی عن البتیراء ولوکان مرسلا، إذالمرسل حجۃ عندالجمہور انتہی، قال النووی فی الخلاصۃ : ''حدیث محمد بن کعب القرظی فی النہی عن البتیراء مرسل وضعیف،، (بذل 92/324)۔

یہ گزرچکا ہے کہ ہمارا اعتماد وصرف اس مرسل پر نہیں ہے اگرچہ وہ عندالجمہور حجت شرعی ہے۔

(4) آپ نے ''لسان المیزان 4 152 سے ابن القطان کا پورا کلام نہ جانے کیوں نقل نہیں کیا؟ ان کا بقیہ کلام یہ ہے کہ ''مالم یعرف عدالتہم، ولیس دون الدراوردی (عبدالعزیز بن محمد، شیخ عثمان بن محمد) من یغمض عنک، قلت (قائلہ الحافظ) : یرید بذلک عثمان وحدہ، ولإفباقی الإسناد ثقات مع احتمال أن یخفی علی ابن القطان حال بعضہم،، انتہی

اس حدیث کو شاذ کہنے کی کوئی وجہ نہیں اس لیے کہ لسان سے ابن القطان کا ادھورا کلام نقل کرنا مولوی صاحب کے لیے کچھ مفید نہیں۔

عبیداللہ رحمانی مبارکپوری

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ شیخ الحدیث مبارکپوری

جلد نمبر 1

صفحہ نمبر 363

محدث فتویٰ